مطبوعات و سہ ماہی ایقاظ کے لئے وزٹ کریں http://www.eeqaz.com

مستعار

اِس سیکشن میں دیے گئے خیالات و آراء اپنے لکھنے والوں کے ذہن ھی کا عکاس ھیں۔ ایقاظ کا ان آراء یا اس کے اسلوبِ نگارش سے متفق ھونا ضروری نھیں۔

سوات ویڈیو..اب یہ تھپڑ کس کے منہ پر؟

متاعِ دین و دانش لٹ گئی...

عامرہ احسان (سابق ایم این اے)

ویڈیو سوات کی تحقیق، سوات اجاڑنے کے بعد سامنے آ گئی ہے تو ذرائع ابلاغ نے چپ سادھ رکھی ہے۔ ایک چھوٹی سی خبر بتاتی ہے کہ ایمان کا یہ سودا اسلام آباد کی ایک این جی او نے چکایا۔ پانچ لاکھ روپے کے عوض یہ ویڈیو تیار ہوئی۔ بیچنے اور سودا کرنیوالے مسلمان ہی ہیں۔ اب پیچھے پلٹ کر ذرا دیکھئے۔ اگر قرآن پڑھا ہوتا تو یہ تاکید بھی سامنے آئی ہوتی۔ ''تھوڑی قیمت پر میری آیات کو بیچ نہ ڈالو'' (البقرہ 41) یہ بھی جانا ہوتا۔ ''انہوں نے اللہ کی آیات کے بدلے تھوڑی سی قیمت قبول کر لی پھر اللہ کے راستے میں سدِ راہ بن کر کھڑے ہو گئے۔ بہت بُرے کرتوت تھے جو یہ کرتے رہے'' (توبہ۔9) اور یہ بھی کہ ''تمہیں معلوم ہو کہ دنیوی زندگی کا یہ سب سروسامان آخرت میں بہت تھوڑا نکلے گا'' (التوبہ۔28)

وہ 5 لاکھ میں جس نے سوات کا سودا چکایا وہ یقیناً پیسہ اب تک ختم ہو چکا ہوگا۔ لڑکی نے اداکاری کے عوض ایک لاکھ لیا وہ بھی خرچ ہو گیا ہوگا۔ طالبان بن کر کوڑے مارنے کے پچاس، پچاس ہزار بھی کتنے دن چل سکتے ہیں۔ گناہ کی لذت ختم ہو جاتی ہے عذاب باقی رہتا ہے۔ نیکی کی تکلیف بھی بہت جلد دور ہو جاتی ہے اجر غیر ممنون باقی رہتا ہے۔ لیکن آج کا پاکستان صلیبی جنگ لڑ رہا ہے اسلئے گناہ ثواب، عذاب، حساب کتاب کے پیرائے میں بات کرنا صحافتی، ابلاغی (NORMS) چلن کیخلاف ہے۔ چلئے دنیاوی اخلاقی پیمانوں پر بھی پرکھ کر دیکھیں تو اتنے بڑے جھوٹ پر طوفان کھڑے کرنیوالوں کو اب کم از کم سیکولر اخلاق کے تحت بھی قوم سے معافی تو مانگنی چاہیئے۔ وہ جو اینکر پرسنز چلا چلا کر علماء، شریعت، حدود اللہ پر (عیاذاً باللہ) گرجتی برستی رہیں وہ دنیاداری کے تقاضے ہی پر سہی... معذرت تو کریں۔ عنداللہ تو یہ پورا رویہ **نواقض اسلام** میں سے ہے۔ لیکن جس قوم کا ایک بہت بڑا حصہ نواقض وضو اور نواقض صلوٰۃ بھی نہ جانتا ہو۔ تمام ارکان دین کے بغیر بھی مسلمان ہی ہو تو ایسی اندھیر نگری اور ''دستی'' علم کے ساتھ کسی سے کیا توقع رکھنی!

http://www.eeqaz.com مطبوعات و سہ ماہی ایقاظ کے لئے وزٹ کریں

صلیبی جنگ کے ہاتھوں اسلام دشمنی کے تحت جو کچھ پوری دنیا میں امریکہ یورپ نے غدر مچا رکھا ہے دیکھ لیجئے کہ کس بے حیا تسلسل کیساتھ وہ ایک طے شدہ ایجنڈے کے تحت شعائر اسلامی کو ایک ایک کر کے ہدف بنائے ہوئے ہیں۔ توہین قرآن و رسالت کا لامتناہی سلسلہ پوری دنیا میں جاری و ساری ہے اور یہ اس صلیبی جنگ ہی کا حتمی حصہ ہے۔ یہ جنگ عسکری اور نظریاتی سطح پر مسلسل جاری ہے۔ عسکری ناکامیوں پر جھلا کر وہ نظریاتی سطح پر خبث باطن کے اظہار میں بد سے بدترین ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ برطانیہ میں دہشت گردی کے جھوٹے الزام کے تحت زیر حراست رکھے جانیوالے نوجوان کا حالیہ انٹرویو کتوں کے ذریعے سیل کی تلاشی لئے جانے کے واقعے پر روشنی ڈالتا ہے۔ فاٹا کے ان نوجوانوں کے ایمان اور حیا کو کس طرح کچوکے دیئے گئے۔ قید کی حالت میں دن میں دو مرتبہ برہنہ تلاشی کا کیا جواز تھا سوائے مسلمان کی تذلیل اور اسکی حیا کو کچوکے دینے کے؟ کتوں کے ذریعے سیل میں قرآن پاک اور جائے نماز تک کی تلاشی لینے کی کیا توجیہ تھی سوائے مسلمانوں کی قرآن دوستی، کڑی آزمائش میں ڈالنے کے؟ کون سا اخلاق، کون سے انسانی حقوق قرآن پاک کے تقدس کی پامالی کو روا قرار دے سکتے ہیں؟ مغرب غنڈہ گردی کی تمام حدیں پار کر چکا ہے۔ ہر مسلمان کے اندر ایمان کی رمق تلاش کر کے اسے سزا دینے کے یہ سارے سامان ہیں۔ اللہ بھی امتحان لے رہا ہے اور دنیائے کفر بھی۔ دونوں ہی کو اپنے مطلب کے بندے چھانٹنے ہیں تا آنکہ ملحمۃ الکبریٰ کیلئے ایمان کا وہ لشکر تیار ہو جس میں کفر کا شائبہ تک نہ ہو اور کفر کا وہ دجالی لشکر تیار ہو جس میں ایمان کی رمق باقی نہ رہے... کیونکہ ''یہ دو فریق ہیں جن کے درمیان اپنے رب کے معاملے میں جھگڑا ہے'' (الحج۔19) اور یہ کہ ''بعض لوگ ایسے ہیں جو کسی علم اور ہدایت اور روشنی بخشنے والی کتاب کے بغیر گردن اکڑائے ہوئے، خدا کے بارے میں جھگڑتے ہیں تاکہ لوگوں کو راہِ خدا سے بھٹکا دیں'' (الحج۔7)۔ اس جنگ کو سمجھئے۔ یہ سیاسی جنگ نہیں ہے۔ ورنہ اسکے مباحث اور حوادث میں قرآن، رسول اللہ ﷺ، حجاب، داڑھی، مساجد کے مینار جزو لاینفک نہ ہوتے۔ شعائر اسلامی، حدود اللہ کو یوں تختہ مشق نہ بنایا جاتا۔ اس صلیبی جنگ سے پاکستان کا ناطہ توڑنا اس ملک کے ہر فرد کیلئے کوئی معاشی یا سیاسی مصلحتوں کا تقاضا نہیں ہے۔ یہ ہماری دنیا و آخرت کا مسئلہ ہے۔ یہ ہمارے دین و ایمان کا سوال ہے۔ یہ ہمارے کلمے کا تقاضا ہے۔ یہ ٹھیٹھ دو قومی نظریے کا سوال ہے جس کی خاطر ہم نے لاکھوں جانوں کی قربانی دی۔ عصمتیں لٹوائیں۔ ہمارے ذرائع ابلاغ کی یہ ذمہ داری ہے کہ اگر کفر کے اخبارات توہین رسالت سے اپنے صفحات اور نامہ اعمال سیاہ کر سکتے ہیں تو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے اخبارات فداک ابی و امی کہہ کر نبی ﷺ کی شانِ اقدس میں کی گئی گستاخی کا بدلہ کم از کم زبان و قلم سے تو دیں۔ بہ نسبت 5 لاکھ روپے میں حدود اللہ سے کھیل کر ایمان تباہ کرنیوالوں کی مہم کا حصہ بننے کے۔

کراچی میں ہونیوالے حالیہ واقعہ پر بھی کماحقہ ''احتجاج'' اعتراض نہیں کیا گیا۔ جیلٹ بلیڈ کی طرف سے ایک دن میں 2500 داڑھیاں صاف کر کے ورلڈ ریکارڈ بنانے کی جسارت اسی مذموم کھیل کا ایک حصہ ہے۔ داڑھی ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی سنت ہے۔ شعائر اسلام میں سے ہے۔ توہین قرآن و رسالت اور حجاب کے بعد اب اسکی باری تھی۔ سندھ حکومت نے اسکی اجازت دینے میں لاپرواہی کا ثبوت دیا۔ بحمد للہ اہل ایمان کے بھرپور احتجاج نے اسے کامیاب نہ ہونے دیا لیکن کمپنی کی دیدہ دلیری دیدنی ہے۔ اس واقعہ کو یونہی کھیل تماشا سمجھ کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ''ان سے کہو تمہاری ہنسی دل لگی اللہ اور اسکی آیات اور اسکے رسول ہی کیساتھ تھی'' (التوبہ 65-66) ایسی ہنسی دل لگی کو اللہ نے اس آیت میں کفر سے تعبیر کیا ہے۔ داڑھی کیساتھ اس کھیل پر ہی بس نہیں ہے۔ حجاب، ملکِ خداداد پاکستان میں بھی زد پر ہے۔ عالمی کفر یہ ایجنڈوں کے تحت سکولوں، کالجوں و دیگر مقامات پر اسے مسلسل تضحیک، اہانت کا ہدف بنایا جا رہا ہے۔ یوں تو سکارف آنکھ میں خار بن کر کھٹکتا ہے لیکن کیا وجہ ہے کہ ٹیلی ویژن پر مسلسل ''آل ویز'' کے بے حیا اشتہار میں سکارف اوڑھی لڑکیاں دکھا کر احکامِ قرآنی کا مذاق اڑایا جا رہا ہے؟ مسلمان چینلز حیا سوز، ایمان سوز اشتہارات سے

شجر سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ.. حقیقتِ دین و عصر حاضر کے افکار و مسائل پر
آگہی بخش مجلّہ، مطبوعات و ویب سائٹ ایقاظ کے تحریری مشن میں معاون بنیے

مطبوعات و سہ ماہی ایقاظ کے لئے وزٹ کریں http://www.eeqaz.com

پیسہ بنانے میں تکلیف محسوس نہیں کرتے۔ اللہ کا واضح حکم ہے شعائر اللہ کے حوالے سے: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو خدا پرستی کی نشانیوں کو بے حرمت نہ کرو۔'' (المائدہ۔2) اور یہ کہ: ''جو اللہ کے مقرر کردہ شعائر کا احترام کرے تو یہ دلوں کے تقوے سے ہے'' (الحج۔32)

کفر کی ملٹی نیشنلز کا مذاق ہم مسلمانوں ہی سے ہے؟ یہ آل ویز کے اشتہار کا مذاق عیسائی راہبہ سے تو نہیں کرینگے۔ یہ داڑھی مونڈنے کا ریکارڈ سکھوں سے تو نہیں کروائیں گے۔ لا کر دکھائیں 2500 سکھ جو ایک دن میں اپنے دھرم کے شعائر سے دست بردار ہونے کو تیار ہوں! بس واضح ہے کہ یہ صلیبی جنگ ہی کے اجزاء ہیں جس پر ہم نے بند نہ باندھے، راستہ نہ روکا تو داؤ پر صرف ایمان نہیں پاکستان بھی لگے گا۔ پاکستان گورے کی عطا یا انعام نہیں تھا۔ رمضان کی ستائیسویں شب وجود میں آنیوالا وہ معجزہ تھا جس پر یہود و ہنود دانت پیستے رہ گئے۔

ضمناً یہ بھی عرض ہے کہ حیلے بہانے سے ''پختون خواہ'' نام کی منظوری ہوگئی! اب پختونوں سے محبت کو عملی جامہ پہنانے کیلئے ان کیخلاف جاری جنگ روک دی جائے گی؟ یا محبت بھرے میزائل اور گولے برستے ہی رہینگے؟ خانہ جنگی میں مبتلا ''پانی کا پیاسا'' بجلی کا ترسایا، گیس پٹرول کی قیمتوں کے ڈسے پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ حل ہوگیا! یہ نام بدلنا یوں بھی ضروری تھا کہ وہ جو ہماری ایمان سے مالا مال (الا ماشاء اللہ) سرحد تھی جو ہمارا بازوئے شمشیر زن تھا جو کفر کے سینے پر ایمانی غیرت سے لبریز مونگ دلنے والی آبادی تھی اسے عصبیت کے گھونٹ پلا کر شاید ایمان سے باز رکھا جا سکے! ملک و قوم کیلئے ہماری ترجیحات بھی اس طویل جھگڑے سے واضح ہوتی ہیں۔ تریسٹھ سال کی عمر میں پاکستان کے جس علاقے کا اولین مسئلہ امن کی بحالی، گھروں کی آبادی اور امریکہ کے حملہ آور ڈرون طیاروں سے خلاصی ہے کیا اسے ہم نیا نام دیکر اسکے مسئلے حل کر رہے ہیں؟ اب پختون خواہ میزائل ہونگے ان سے محبتوں کے پھول نچھاور ہونگے۔ ذرا انتظار فرمایئے! یہ نام پاکستان کی نظریاتی شناخت پر ایک دھبہ ہے۔ اے این پی نے اسے زندگی موت کا مسئلہ بنائے رکھا۔ آبادیاں آپریشن در آپریشن تباہ حال کر کے نام پر جشن منانے سے انکی پختون خواہی کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ عصبیت کا پنڈورہ بکس کھول کر اس پر بھنگڑے ڈالے جا رہے ہیں۔ پاکستان کے اسلامی تشخص کو کمزور کرنے ہی کی یہ سازش تھی جس میں بدنصیبی سے مسلم لیگ (ن) نے اپنا حصہ ڈالا۔

(بشکریہ روزنامہ نوائے وقت)

بازار

اوریا مقبول جان

ایک ترقی یافتہ مہذب اور جمہوری ملک صرف انیس سو (1900) ایسی خواتین سے خوفزدہ ہے جو چہرے پر نقاب ڈال کر اس کے بازاروں میں نکلتی ہے۔ فرانس کا یہ خوف اس قدر ہے کہ پوری پارلیمنٹ اس پر ایک طویل عرصے سے بحث کر رہی ہے۔ پولیس اور خفیہ ایجنسیوں کو یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ ایسی خواتین کی اصل تعداد گن کر بتاؤ جو چہرے کو چھپا کر بازار آتی ہیں۔ بڑے بڑے شاپنگ مال کے کیمرے، جگہ جگہ نصب سیکورٹی کیمرے، حتیٰ کہ ٹریفک کنٹرول کرنے والے کیمروں سے اعداد و شمار جمع کئے گئے تو یہ کل انیس سو نکلے۔ یہ انیس سو کمزور، پردے میں لپٹی اور صرف اپنی ضروریات کے لئے گھروں سے نکلنے والی خواتین اس قدر خطرناک کیوں ہیں؟ پورے فرانس کے چھوٹے چھوٹے قصبوں تک سے جمع کر کے ان خواتین کو اگر پیرس کے شانزے لیزے پر جمع بھی کر دیا جائے تو یہ قابل ذکر تعداد نہیں بنتی۔ لیکن پھر بھی پورے فرانس کا میڈیا اور سیاسی رہنما چیخ چیخ کر ان پر پابندی لگانے کو کہہ رہے ہیں۔ یہ یورپ کا واحد ملک ہے جو اس نقاب پردہ یا

شجر سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ.. حقیقتِ دین و عصر حاضر کے افکار و مسائل پر
آگہی بخش مجلّہ، مطبوعات و ویب سائٹ ایقاظ کے تحریری مشن میں معاون بنیے

مطبوعات و سہ ماہی ایقاظ کے لئے وزٹ کریں http://www.eeqaz.com

چہرے کے ستر کا فرانسیسی ترجمہ نہیں کرتا بلکہ لفظ "برقعہ" استعمال کرتا ہے اور ساری بحث اگر چہ فرانسیسی میں ہو، سارا میڈیا کوئی بھی زبان بولے لیکن ان سب کی گفتگو میں لفظ برقعہ بار بار اپنے اصلی لہجے میں ادا کیا ہوا مل جائے گا۔ اور اب تو یہ لفظ عالمی میڈیا کی ہر بڑی زبان کا حصہ بن چکا ہے۔ جس طرح آج سے دس سال پہلے حجاب جو مغربی میڈیا میں اجنبی تھا اب وہ ہر یورپی زبان کا جزو لاینفک ہے۔

کیا کبھی کسی نے سوچا ہے کہ انیس سو خواتین جو برقعہ اوڑھ کر گھر سے نکلتی ہیں وہ کونسی دہشت گردی کی مہم کا آغاز کر رہی ہوتی ہیں۔ وہ کونسی آزادی نسواں، حقوق انسانی اور سیکولر طرز زندگی کو چیلنج کر رہی ہوتی ہیں۔ وہ کن جمہوری اقدار کے لئے خطرہ ہیں۔ وہ تو بحیثیت انسان اپنی مرضی سے لباس پہننے کا حق استعمال کر رہی ہوتی ہیں۔ پھر ان کے اس طرح باہر نکلنے سے کس کی دم پر پاؤں آتا ہے اور کون ہے جو اس آغاز سے خوف زدہ ہے۔ نہ حجاب کل تک کوئی اخلاقی، جمہوری اور مذہبی مسئلہ تھا اور نہ برقعہ کسی ایسی جمہوری روایت کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ صرف ایک لمحے کو گذشتہ ایک سو سال سے پھلتی پھولتی اور اربوں ڈالر کماتی فیشن انڈسٹری کو غور سے دیکھیں تو آپ کو اس سارے غصے اور غیض وغضب کی وجہ سمجھ میں آجائے گی۔ آپ کو اندازہ ہوگا کہ ان کمزور، نحیف اور ناتواں انیس سو خواتین نے کن بھیڑیوں کے سامنے کھڑے ہونے کی جرأت کی ہے۔

یہ بھیڑیے پوری دنیا میں بہت معزز اور محترم ہیں۔ پورا پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا ان کا باج گزار ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اقوام متحدہ کے خواتین کے حقوق کے چارٹر کی خلاف ورزی کرتے ہوئے عورت کے پاؤں کے ناخن سے لے کر سر کے بالوں تک ہر مقام کو بازار میں لے آئے ہیں لیکن حقوق نسواں کی کوئی تنظیم ان کے خلاف آواز بلند نہیں کرتی۔ یہ کئی سو ارب ڈالر کی فیشن اور ایڈورٹائزنگ انڈسٹری کے مالک ہیں۔ یہ پوری دنیا کی خواتین کو اپنی انگلیوں کے اشارے پر نچاتے ہیں اور ان کے جسموں کے تناسب کو برسر عام نمائش پر رکھ کر اپنی دنیا بھر میں پھیلی ملٹی نیشنل کمپنیوں کا پہیہ گھماتے ہیں۔ 1910 میں جب انہوں نے فیشن شوز اور ماڈلنگ کے کاروبار کا آغاز کیا تو انہوں نے خواتین کو نعرہ دیا کہ انہیں نرم و گداز ہونا چاہیئے۔ لیکن صرف دس سال بعد جب 1920 میں اکثر ملکوں میں عورت کو ووٹ کا حق ملا تو اسے ایک اور دوڑ دھوپ میں لگا دیا گیا کہ اسے پر گوشت اور گداز نہیں بلکہ تیلی، نرم و نازک اور دھان پان کی طرح ہونا چاہیئے اور پھر اس پوری انڈسٹری نے عورتوں کو فاقے کرنے اور رات دن ورزش کرنے جیسے عذابوں میں پھنسا دیا۔ ٹھیک تیس سال بعد جب ان کی مرضی کے مطابق عورتوں نے خود ان کے بنائے گئے فیشن کے معیارات کے مطابق ڈھال لیا تو بے چاری عورت جسے انہوں نے نمائش کی بھوکی بنا دیا تھا ایک بار پھر ان کے جال میں آگئی۔ یہ عرصہ صرف پندرہ سال کا تھا۔ ادھر خواتین کے حقوق کی جدوجہد شروع ہوئی اور ادھر 1965 میں پوری فیشن انڈسٹری اور ایڈورٹائزنگ نے خواتین کو کمزور، نازک، کانچ کی بنی ہوئی اور دبلی پتلی ماڈلز کا تحفہ دیا اور پوری دنیا کی خواتین آج تک اسی خوف کے سائے میں پل رہی ہیں کہ کب ان کے جسم پر ایک پاؤنڈ وزن زیادہ آجائے اور وہ خود کو فاقوں اور ورزشوں کی اذیت میں ڈال دیں۔ ہارورڈ یونیورسٹی کی ایک تحقیق کے مطابق جسے جوہان ہیری نے ریفرنس کے طور پر پیش کیا، یہ بتایا کہ 80 فیصد خواتین اپنے جسمانی تناسب کی وجہ سے ناخوش ہیں اور یورپ اور امریکہ کی پانچ کروڑ خواتین ایسی ہیں جو ایک نفسیاتی مرض Anaroxia کا شکار ہوگئی ہیں جس میں خود بخود بھوک مٹ جاتی ہے اور وزن خطرناک حد تک کم ہوجاتا ہے۔ امریکن سائیکولاجیکل ایسوسی ایشن کے مطابق ستر فیصد خواتین ایسی ہیں جو صرف تین منٹ کسی فیشن میگزین کو دیکھ لیں تو ان پر ڈپریشن طاری ہوجاتی ہے۔ یہ سب میڈیا کے زوردار ہتھیار سے کیا جاتا ہے اور وہاں اس بے چاری عورت کو سجا سنوار کر یوں کاروباری منڈی میں کھڑا کیا جاتا ہے کہ ہر کوئی اسے تہذیب اور آزادی کے نام پر داد دیتا ہے۔ اس انڈسٹری کے بڑھتے ہوئے اثر و نفوذ کا اندازہ اس سے لگائیے کہ امریکہ میں 1971 تک ٹیلی ویژن پر ہر ہفتے 714 کمرشیل آتے تھے یعنی ایک سال میں عام آدمی 37000 کمرشیل دیکھتا تھا۔ جبکہ اب روزانہ ٹیلی ویژن پر تقریباً دو ہزار کمرشیل آتے ہیں یعنی ہر سال سات لاکھ تیس ہزار

شجر سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ.. حقیقتِ دین و عصر حاضر کے افکار و مسائل پر
آگہی بخش مجلّہ، مطبوعات و ویب سائٹ ایقاظ کے تحریری مشن میں معاون بنیے

مطبوعات و سہ ماہی ایقاظ کے لئے وزٹ کریں http://www.eeqaz.com

کمرشیل اوران میں نوے فیصد سے زیادہ عورتوں کی نمائش سے بھرے ہوتے ہیں۔ان کمرشیل میں عورتوں کے جسمانی اعضاء کونمایاں کرکے پیش کیا جاتا ہے۔جبکہ مردوں میں ان کے چہروں کونمایاں کیا جاتا ہے۔اس جسمانی دہشت گردی کا صرف ایک نتیجہ جان ایلن کوین کی تحقیق سے لگائیں کہ جومرد اس طرح کے جسمانی خطوط کے اشتہار دیکھتے ہیں ان میں جنسی جرائم،خواتین پرتشدد اور جنسی زیادتی کے رجحانات زیادہ پائے جاتے ہیں۔خود اس ساری فیشن انڈسٹری کا اندرونی حال یہ ہے کہ اگست 2009 میں انند جان کو 59 سال قید کی سزا سنائی گئی جس پر سولہ ماڈلز اور ایک بچی کے ساتھ زیادتی ثابت ہوئی۔وہ اپنے تمام کیریر میں کئی سال مسلسل کمسن بچیوں کو ہوس کا نشانہ بناتا رہا۔یہ وہ فیشن ڈیزائنر ہے جس کے کپڑے پیرس ہیلٹن جیسی مشہور ماڈل بھی پہننے پر فخر کرتی ہے۔

میں یہاں ایسے ہزاروں کیس پیش کرسکتا ہوں لیکن یہ سب فیشن زدہ ماحول اور طرز زندگی ان جرائم سے خوف زدہ نہیں ہوتا۔یہ لوگ انہیں کاروباری اثرات کا نام دیتے ہیں۔ایسی وارداتوں اور اس طرح کے جنسی تلذذ سے تو انہیں اور تحریک ملتی ہے۔عورت بازار کی زینت بنتی ہے تو پھر اس سے وابستہ اربوں ڈالر کی انڈسٹری کا جائزہ لیجئے جو دن رات ترقی کرتی ہے۔بالوں کو رنگنے،شیمپو،چہرے کے خدوخال،جسم کے تناسب کے ملبوسات،ہزاروں قسم کے میک اپ،لاکھوں کی تعداد کے پرفیوم،بیوٹی پارلر اور جسمانی خوبصورتی کے مراکز،لاکھوں کی تعداد میں پلاسٹک سرجن،جوتوں سے لے کر سر اور بالوں تک قابل توجہ پہناوے،آنکھوں،ہونٹوں اور گالوں کو پرکشش بنانے کا سامان۔یہ فہرست اتنی طویل ہے کہ ان کی تعداد پر جو فہرستیں مرتب ہوئی ہیں وہ بھی کئی سو جلدوں میں ہیں۔یہ کئی سو ارب ڈالر کی انڈسٹری ہی نہیں اس کے پیچھے چھپی وہ ہوس بھی ہے جو عورت کو ہر پہلو سے بازار میں لاکر اپنے جذبوں کی تسکین چاہتی ہے۔جہاں دولت اور جنس کی ہوس اکٹھی ہوجائے وہاں اسے للکارنے والا ایک شخص بھی زہر لگتا ہے اور یہاں 1900 عورتیں ہیں جو یہ اعلان کررہی ہیں کہ ہم نے تماشا نہیں بننا،ہم نے بازار میں نہیں کھڑا ہونا،ہم تمہارے اس لائف سٹائل پر لعنت بھیجتی ہیں۔یہ کیسا منافق لائف سٹائل اور حقوق نسواں کا ایجنڈا ہے جو کچن میں کام کرکے تھکنے والی عورت کو مظلوم کہتا ہے اور فیشن کے خبط میں فاقوں مرنے،گھنٹوں ورزش کرنے اور مہینوں صرف جوس اور پانی پر زندگی گزار کر مردوں کے لئے تماشا بننے والی عورت کو روشن خیال،آزاد،جمہوریت پسند اور مہذب قرار دیتا ہے۔فرانس جس میں روزانہ مسلمان ہونے کی تعداد تین سے چار ہے اور جس کے بارے میں یہ اندازے ہیں کہ 2025 تک یہ مسلم اکثریت کا ملک ہوگا وہاں یہ 1900 خواتین اس حرص و ہوس کی منڈی میں ایک ایسا آغاز ہیں کہ اگر اسے کچلا نہ گیا تو کل یہ سوال عام ہوسکتا ہے کہ اس سارے دھندے میں عورت ہی تماشا کیوں بنتی ہے،اسی کی عریانی کیوں بیچی جاتی ہے،اسے ہی بازار میں لاکر کیوں کھڑا کیا جاتا ہے،آرٹ،ادب،فیشن اور آزادی کے نام پر۔

(بشکریہ ڈیلی ایکسپریس)

یہ دنیا ہے!!!

دانیال عبدالرشید

طالبان نے ایک امریکی فوجی برگڈال کی ویڈیو جاری کی ہے۔امریکی فوجی کے آگے روٹی اور قہوے کا کپ رکھا ہے اور وہ ایک شخص کے سوالات کے جواب میں کہتا ہے کہ میں بہت خوفزدہ ہوں۔لوگ حکومت کو مجبور کرنے کے لیے سڑکوں پر نکلیں،امریکہ افغانستان میں اپنی جانیں اور قیمتی وقت ضائع کررہا ہے۔اسے افغانستان سے نکلنا چاہیے،ہم سب

شجر سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ.. حقیقتِ دین و عصر حاضر کے افکار و مسائل پر
آگہی بخش مجلّہ،مطبوعات وویب سائٹ ایقاظ کے تحریری مشن میں معاون بنیے

http://www.eeqaz.com مطبوعات و سہ ماہی ایقاظ کے لئے وزٹ کریں

کی گھر واپسی یقینی بنائی جائے وغیرہ وغیرہ۔امریکہ کی وزارتِ دفاع پینٹا گون نے ویڈیو کو اصلی تسلیم کرلیا ہے مگر طالبان کی شدید مذمت کی ہے کہ انھوں نے عالمی انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی اور قیدی کے حقوق پامال کیے ہیں۔ مجھے بذاتِ خود یہ ویڈیو اور تصویر دیکھ کر کافی صدمہ ہوا۔ طالبان کو علم ہی نہیں ہے کہ آج کل انسانی حقوق کیا ہیں اور قیدیوں کی کس طرح کی تصاویر ریلز کی جاتی ہیں؟ بیچارے قدیم زمانے کے لوگ ہیں کم از کم چودہ سو سال پرانے، وہ کیا جانیں کہ جدید زمانے نے قیدیوں کے لیے کیا خوبصورت انسانی حقوق وضع کئے ہیں۔

طالبان نہ ٹی وی دیکھتے ہیں اور نہ اخبارات سے زیادہ شغل رکھتے ہیں، نہ انھیں کمپیوٹر پر انگلیاں گھمانے اور اسکرین پر نظریں جمانے کی فرصت ہے۔قیدی کو مکمل لباس میں ملبوس کرنا، کھانے کے لیے روٹی دینا، زنجیروں اور ہتھکڑیوں کے بغیر بٹھانا، انسانی حقوق کی شدید خلاف ورزی اور پامالی کے زمرے میں آتے ہیں۔اس لیے امریکہ کا احتجاج بجا ہے۔غصہ آنا فطری ہے۔اور بیان بازی حق ہے۔ جدید عالمی قوانین کے مطابق اگر یہ تصویر کچھ یوں ہوتی کہ قیدی تنگ لباس میں یا بالکل بے لباس ہوتا، اس کے جسم کو کوئی کتا بھنبھوڑ رہا ہوتا یا کوئی انسانی درندہ ضربیں لگا رہا ہوتا، اردگرد کئی لوگ اس کی حالت پر قہقہے لگا رہے ہوتے، کوئی اس کے سر پر مکے برسا کر وکٹری کا نشان بنا رہا ہوتا، اس کے برہنہ جسم پر کئی لوگ سوار ہوتے، اسے تاروں سے کرنٹ دیا جا رہا ہوتا یا جسم پر نجاست یا گندگی مل دی گئی ہوتی، اس کے گلے میں پٹہ ڈال کر گھسیٹا جا رہا ہوتا، اس کے نازک اعضاء کھینچے جا رہے ہوتے تو آپ دیکھتے، امریکہ طالبان کو شاباش دیتا، خراجِ تحسین پیش کرتا، انھیں مبارکباد کا پیغام بھیجتا کہ پتھر کے زمانے میں رہنے والے ان قدامت پسندوں کو جدید دنیا کے علم کا کچھ علم و ادراک تو ہوا۔ انھوں نے بھی کسی کام میں ''مہذب'' دنیا کا اتباع تو کیا۔ انھیں بھی روشن خیالی کی کچھ سمجھ تو آئی۔

مگر افسوس طالبان وہی کے وہی رہے۔گوانتانا موبے، ابوغریب اور بگرام کے عقوبت خانوں میں انسانی حقوق کے نگہبان امریکہ نے قیدیوں کے ساتھ جو کچھ کیا اور پھر اس حسنِ سلوک کی تصویر کشی کر کے جس طرح دنیا بھر میں بانٹی، یہ اس بات کا اعلان تھا کہ آج کے بعد دنیا میں قیدیوں کے یہ حقوق ہیں اور ان کے ساتھ عالمی قوانین کے مطابق یہ سلوک کیا جانا چاہیے، امریکہ کے غلاموں یعنی اتحادیوں کے ممالک میں بھی عرصہ ہوا قیدی کے حقوق کا یہی جدید چارٹر نافذ العمل ہے۔ یہ ممالک خواہ کفریہ ہوں یا 'اسلامی' ہر کسی نے اپنے قیدیوں کو مکمل طور پر یہ حقوق مہیا کر رکھے ہیں، ان ممالک کے قید خانوں سے رہا ہو کر آنے والا ہر شخص اسی ''حسن سلوک'' کی داستان سناتا ہے اور رو تا رلاتا ہے۔ امریکہ نے بہت اچھا کیا کہ طالبان کی اس ''بدسلوکی'' پر احتجاج کر کے دنیا کو بتا دیا کہ وہ ان ''درندوں'' کے خلاف جو جنگ لڑ رہا ہے وہ بالکل صحیح اقدام ہے۔

(بشکریہ دانیال عبدالرشید)

شجر سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ.. **حقیقتِ دین و عصر حاضر کے افکار و مسائل پر**

آگہی بخش مجلّہ، مطبوعات وویب سائٹ ایقاظ کے تحریری مشن میں معاون بنیے